فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

کہ

رسالہ

علم الفقہ

حصہ اوّل

جسمیں علم فقہ کے متعلق عالمانہ تحقیق انیق کیگئی ہے

مصنفہ

مولینا مولوی فاضل ابوالوفا ثناء اللہ صاحب
امرتسری مصنف تفسیر ثنائی
وغیرہ

برقی مطبع روز بازار ہال بازار امرتسر میں باہتمام شیخ عبد العزیز پرنٹر چھپا اور مصنف نے شائع کیا

قیمت ۲ محصول و یائی (محل وصول دفتر اہلحدیث امرتسر) دفعہ دوم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○

پہلے مجھے دیکھئے

علم فقہ جو ایک واجب القدر اور لائق عزت علم ہے۔ جس کے فضائل قرآن وحدیث میں بہت کچھ آئے ہیں۔ اس کے متعلق آجکل بہت کچھ مُوشگافیاں اور بحثیں ہو رہی ہیں۔ ایک فریق اسکو قابل عزت جانتا ہے تو دوسرا موردِ الزام قرار دیتا ہے۔ ایک اوسی کو صراط مستقیم کہکر قرآن وحدیث سے مستغنی ہے تو دوسرا اوسکو ایک بے ضرورت چیز نام رکھتا ہے۔ ہم نے اس اختلاف پر مدت تک غائر نظر سے غور کیا۔ جس نتیجے پر پہنچے اور پہنچکر ہم کو ایک ایسی فرحت حاصل ہوئی جو کسی گم شدہ محبوب کے ملنے سے ہُوا کرتی ہے۔ تو ہم نے اس کے شکریہ میں چاہا کہ قوم کو بھی اس مسرت اور فرحت میں شریک کریں۔ پس اس کتاب کا (جو درحقیقت چند پریشان اوراق ہیں) موضوع "علم الفقہ" ہے۔ اس کے متعلق ہم یہ بتلاوینگے کہ آیا یہ واجب القدر علم کسی ایک شخص کی محض رائے کا نتیجہ ہے یا کسی ایک کا بے دلیل قول ہے جیسا کہ اس کے مخالف کہتے ہیں یا مدلل۔ اس میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے ایک ہی زمانہ میں ہو کر رہ گئی یا مختلف زمانوں میں ہوئی اور ہوگی۔ امید ہے ہمارے ناظرین کرام اس موضوع کے لحاظ سے اس بحث کو ایک جدید رنگ میں پاوینگے انشاء اللہ۔

میں نے چاہا تھا کہ اس مضمون کو ذرہ وسیع پیمانہ پر لکھوں جسکے لئے مجھے نادرہ کتب کی ضرورت تھی۔ بروقت طبع اول میں اونکی تلاش میں کامیاب نہ ہوا بعد ازاں مل گئیں تو اس سلسلہ کا دوسرا نمبر "تقلید شخصی اور سلفی" شائع کر دیا۔ تقبل اللہ منی۔

یہ بحث بوجہ اختلاف رائے کسی صاحب کے خلاف طبع ہو تو ممکن ہے مگر الفاظ کی وضع یا ترکیب کو خلاف شان علما نہ پاوینگے جیسا کہ ہماری تالیفات دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ علماء اسلام اپنی تصنیفات کو

بازاری طریق (سب وشتم اور دل آزاریوں) سے پاک صاف رکھا کریں۔ بلکہ ایسی غلیظ اور دل آزار گندی تحریرات کو شرف ملاحظہ کی عزت بھی نہ بخشا کریں۔ کجا یہ کہ اون پر تقریظات لکھیں یا اون کے جوابات دیں بلکہ بحکم خداوندی

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

نظر اوٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ فاللہ الموفق۔

خادم۔
ابوالوفا ثناء اللہ
(مولوی فاضل)

طبع اول
امرت سر
۱۵۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ
۲۲۔ فروری ۱۹۱۳ء

طبع ثانی
ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
اگست ۱۹۲۱ء

فصلِ اوّل (۱)

علمِ فقہ کی فضیلت اور طریقِ اِستنباط میں

علم فقہ کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی۔ جو حدیث شریف میں آیا ہے من یرد اللّٰہ بہٖ خیرًا یفقہ فی الدین (خدا جس کے حق میں بہتری کا ارادہ کرتا ہے اُسکو دین میں فقہ (سمجھ) عطا کرتا ہے) قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (جسکو حکمت (دین کی سمجھ) ملی۔ اسکو بہت سی بھلائی ملگئی)

ایک مقام پر چند صحابہ دو جماعتوں میں منقسم بیٹھے تھے۔ حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اون کے پاس آئے فرمایا دراصل یہ دونوں اچھے ہیں مگر ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے۔ یہ ایک گروہ تو رغبت کیساتھ خدا سے دعا مانگتا ہے۔ وہ چاہے تو ان کا مقصود دے نہ چاہے تو نہ دے۔ یہ دوسرا گروہ فقہ اور علم سیکھتا ہے اور جاہلوں کو سکھاتا ہے پس یہ ان سے افضل ہیں۔ اور میرا منصب بھی تعلیم ہی کا ہے۔ یہ فرما کر آپ (فقہ کے پڑھنے پڑھانیوالوں) میں بیٹھگئے۔ انہی معنے میں کہا گیا ہے ؎

ان رسول اللّٰہ مر بمجلس فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحد ھما افضل من صاحبہ اما ھؤلاء فیدعون اللّٰہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھؤلاء فیتعلمون الفقہ او العلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما ثم جلس فیھم (الدارمی)

گدایاں را ازیں معنے خبر نیست ❊ کہ سلطانِ جہاں با ماست امروز

حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس شخص پر بڑی نظر عنایت ہوتی تھی۔ اُسکے حق میں دعا فرمایا کرتے:۔

"اللّٰھم فقہہ فی الدّین"

(خداوندا! اسکو دین میں فقیہ بنا۔)

غرض اس قسم کی بہت سی احادیث اور روایات بکثرت ہیں جن کے دیکھنے سے علم فقہ کی فضیلت کا پورا اعتقاد ہوتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ علم الفقہ کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

فقہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:۔

معرفت النفس ما لها وما علیها عملاً وقیل العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتها التفصیلیۃ (توضیح) معرفۃ النفس ما لها وما علیها هکذا النقل عن ابی حنیفۃ والمراد بالمعرفۃ ادراک الجزئیات عن دلیل (ابجد العلوم)	انسانی نفس کے ذمہ جو عملی فرائض ہیں انکو جاننا "علم فقہ" ہے بعض علمائے کہا ہے احکام شرعیہ عملیہ کو دلائل مفصلہ سے جاننے کا نام علم فقہ ہے "ابجد العلوم" میں ہے جو فرائض انسانی نفس پر واجب ہیں انکو جاننے کا نام علم فقہ ہے۔ یہ تعریف امام ابوحنیفہ صاحب سے منقول ہے

فرائض جاننے سے مراد یہ ہے کہ جزئیات کو دلائل کیساتھ جانے۔

اس اصطلاحی تعریف سے صاف ثابت ہے کہ علم الفقہ اس علم کا نام ہے جسمیں مسائل شرعیہ کے ساتھ دلائل بھی معلوم کرائے جائیں۔ نہ وہ علم جس میں محض مسائل مذکور ہوں۔

نتیجہ ۱۔ فقہ کی وہ کتابیں جن میں دلائل مذکور نہیں۔ جیسی درمختار۔ عالمگیری۔ قاضیخان۔ قدوری۔ کنز۔ وغیرہ ہیں۔ وہ حقیقۃً علم الفقہ کی کتابیں نہیں۔ اِلّا مجازاً۔

نتیجہ ۲۔ وہ مسائل جو ادلہ شرعیہ سے ماخوذ اور مستنبط نہیں۔ وہ فقہی مسائل نہیں بلکہ محض اقوال الرجال ہیں جنکی تمثیلات آگے آتی ہیں۔

نتیجہ ۳۔ جو لوگ محض اقوال فقہا کو بلا دلیل کتب فقہ میں جانکر حلال حرام کے فتوے دیتے اور لکھتے ہیں وہ نہ مفتی ہیں نہ فقیہ۔ چنانچہ درمختار میں ہے:۔

المفتی عند الاصولیین المجتہد اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی۔ بل ہو نقل کلام (درمختار جلد ۴ صفحہ ۳۱۹)

علماء اصول کے نزدیک مفتی وہی ہے جو مجتہد ہے جو شخص مجتہد کے اقوال یاد رکھکر حکم بتلادے وہ مفتی نہیں۔ اور اس کا حکم فتوائے نہیں بلکہ نقلِ کلام ہے۔

فصل دوم

ادلہ شرعیہ اور طریق استنباط مجتہدین

تمام فقہا قاطبۃً متفق ہیں کہ اصل الاصول صرف دو ہیں۔ قرآن اور حدیث۔ قیاس اور اجماع کو ہم نے اصل الاصول اس لئے نہیں کہا۔ کہ وہ مستقل دلیل نہیں ہیں قیاس کے لئے جبتک شرعی مقیس علیہ اور دیگر شروط متحقق نہ ہوں صحیح نہیں ہو سکتا اجماع کے لئے بھی کسی نہ کسی سند کا ہونا ضرور ہے چنانچہ کتب اصول میں لکھا ہے:

الجمہور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء (تلویح)

جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ اجماع بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ کیونکہ بغیر دلیل کے اجماع کرنے سے غلطی لازم آتی ہے اس لئے کہ بغیر دلیل کے دین میں حکم لگانا غلطی ہے۔ (تلویح)

اتفقوا علی القول بالاجماع الذی مستندہ الکتاب والسنۃ او الاستنباط من احدہما ولم یجوزوا القول بالاجماع الذی لیس مستندا الی احدہما (حجۃ اللہ مصری ص ۲۱)

حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء اصول اوس اجماع کے قائل ہیں جسکی دلیل صریح کتاب وسنت سے ہو یا ان

قال جماعۃ لابد لہ من مستند لان اھل الاجماع لیس لھم الاستقلال بعد النبی صلے اللہ علیہ و الہ وسلم فوجب ان یکون عن مستند ولانہ لو انعقد عن غیر مستند لاقتضی اثبات نوع بعد النبی صلے اللہ علیہ و سلم وھو باطل
(ارشاد الفحول صفحہ ۷۵)

میں سے کسی سے مستنبط ہو اور جس اجماع کی سند قرآن و حدیث سے نہو علما اصول اوسکے قائل نہیں (حجۃ البالغہ)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں ایک جماعت علمائ کی کہتی ہے اجماع کے لئے دلیل کی سخت ضرورت ہے کیونکہ بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل اجماع (مجتہدین) حکم بتلانے میں مستقل نہیں لہذا واجب ہے کہ اجماع کسی سند پر مبنی ہو اور اسلئے بھی سند کا ہونا ضروری ہے کہ اگر بغیر دلیل کے اجماع منعقد ہو گا۔ تو بعد نبی کے کسی حکم کا ثابت کرنا لازم آئیگا۔ حالانکہ بعد نبی کے کسی شرعی حکم کو ثابت کرنا باطل ہے (ارشاد الفحول)

اس لئے مجتہدین کا طریق عمل یہ ہو رہا ہے کہ قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کرتے۔ جس کے لئے اونہوں نے کئی ایک طریق مقرر کئے تھے۔ جو عبارت فہمی سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً

(۱) صریح عبارت سے کوئی مسئلہ نکالا جائے (۲) اشارۃ سے مستنبط کیا جاوے (۳) دلالت سے اخذ کیا جائے (۴) اقتضاء سے استنباط ہو۔

کبھی قیاس اور اجماع سے بھی مسائل استنباط کرتے تھے۔ ان سب امور کا مفصل بیان ہم اپنے رسالہ "**اجتہاد و تقلید**" میں کر چکے ہیں۔

ان وجوہات کے علاوہ طریق استنباط اور بھی ہے۔ جو متاخرین میں زیادہ تر رائج ہوا وہ یہہ ہے کہ کسی مجتہد کے مقرر کردہ اصول عامہ کو بمنزلہ نص کے سمجھکر اوسی سے مسائل کا استخراج کیا جاتا تھا۔ مثلاً ایک مجتہد کا مقررہ اصول ہے کہ عام اپنے افراد میں قطعی ہے اور حدیث ظنی اسکی مخصص یا ناسخ نہیں ہو سکتی پس جہاں کوئی حکم عام آیا متاخرین نے اس قاعدہ کے مطابق اوس سے استخراج

مسائل شروع کیا اور حدیث مخالف کو مطلق نظر انداز کر دیا۔ ایک مجتہد کا اصول ہے کہ عام یقینی اور قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے لہذا حدیث ظنی اوسکی مخصص اور ناسخ ہو سکتی اس مجتہد کے پیرؤں نے اس اصول کے مطابق استخراج مسائل شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں:-

بائد دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاوٰے بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن وحدیث و آثار صحابہ جمع میکردند و ازاں جا استنباط مے نمودند وایں طریق اصل راہ محدثین است و دیگر آں کہ قواعد کلیہ کہ جمعے از ائمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد مے شد جواب آں ازہماں قواعد طلب مے کردند ایں طریقہ اصلی راہِ فقہا است " (مصفّٰی صہ)

سلف میں مسائل اور فتاوے کے استنباط کا طریق دو قسم پر تھا۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کو جمع کر کے اون سے مسائل استنباط کرتے تھے۔ محدثین کا یہی طریق تھا دوم یہ کہ ائمہ کی کسی جماعت نے جو قواعد کلیہ مقرر کئے تھے۔ بغیر ملاحظہ اونکے ماخذ کے انہی سے استنباط مسائل کر لیتے۔ جو مسئلہ وارد ہوتا اونہی قواعد سے اوس کا جواب دیتے۔ (قرآن وحدیث کو نہ دیکھتے اونہی اصول کو ملحوظ رکھتے) فقہاء کا اصل طریقہ یہی تھا"

حضرت شاہ صاحب نے اس عبارت میں سلف کے طریق عمل کو مجملاً بیان فرما دیا ہے مختصر مطلب یہ ہے کہ ائمہ سلف میں استخراج مسائل دو طرح پر تھا۔ ایک قرآن وحدیث و آثار سے دوم قواعد کلیہ مقررہ علماء اصول سے۔

جن اصول کی طرف جناب شاہ صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ کتب اصول میں مذکور ہیں[۱] ہر فریق دوسرے کے اصول کو وجوہ فاسدہ لکھتا ہے۔ چنانچہ نور الانوار میں ہے ذکر الوجوہ الفاسدۃ صہ ۱۔ مگر ہم اردو داں ناظرین کے لئے اون مشکل اصول کا ذکر نہیں کرتے بلکہ ایک دو آسان قواعد بتلاتے ہیں۔

---

[۱] دوسرے حصے تقلید شخصی اور سلفی میں وہ اصول ہم نے ذکر کئے ہیں۔

حنفیہ کا اصول ہے المطلق یجری علے اطلاقہ یعنی جو حکم بے قید ہو وہ ویسا ہی رہیگا۔ اس اصول کے مطابق انہوں نے حکم لگایا کہ چور چوری کو جائے۔ زانی زنا کو جائے۔ مدت سفر ہو تو نماز قصر کریں۔ یعنی بجائے چار رکعت کے دو پڑہیں۔ اس لئے کنز میں لکھا ہے ولوکان عاصیا فی سفرہ۔ اگرچہ سفر کرنے میں گناہگار ہو شافعیہ نے کہا کوئی گناہ موجب نعمت نہیں ہوتا یعنے ایسا نہیں ہوتا کہ شریعت ایک کام سے منع کرے اور جو کرے اوس کو انعام دے۔ اس اصول سے انہوں نے کئی ایک مسائل استخراج کئے۔ یہی مسئلہ جو حنفیہ نے نکالا تھا انہوں نے نفی کی صورت میں نکالا کہ چور اور زانی چونکہ اس سفر میں گناہگار ہیں۔ اور قصر صلوۃ نعمت ہے۔ لہذا اون کو یہ نعمت نہیں ملیگی۔ علیٰ ہذا القیاس رشتہ حرمت بھی نعمت الٰہی ہے۔ کہ ایک عورت کے نکاح کرنے سے اوس کی ماں ناکح کی ساس ہو کر ابدی محرم بنجاتی ہے۔ جو نعمت الٰہی ہے۔ اس لئے جو شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرے۔ اوس مزینہ کی والدہ اوس پر حرام نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا المثل اس کئی ایک مسائل اس قسم کے ہیں جو دونوں فریق اپنے اپنے اصول سے مستنبط کرتے ہیں۔ جناب شاہ صاحب نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ان دونوں قسموں کے علاوہ تیسری قسم علم فقہ کے وہ مسائل ہیں جو نہ قسم اول سے نہ دوم سے حاصل ہیں۔ بلکہ محض اقوال الرجال ہیں۔ اس تیسری قسم کی توضیح کے لئے ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں **ھدایہ** میں ہے:۔

بنبیذ العسل والتین و نبیذ الحنطۃ والذرۃ والشعیر حلال وان لم یطبخ وھذا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف اذا کان من غیر لھو وطرب (ہدایہ کتاب الاشربہ)	شہد۔ انجیر۔ گیہوں۔ اور جو کی شراب حلال ہے۔ اگرچہ پکائی نہ جائے۔ بشرطیکہ لہو ولعب کی نیت سے نہ پئے۔ یہہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔

اس مضمون کو حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم پانی پتی نے یوں لکھا ہے:۔

"نزد امام ابوحنیفہ سوائے چہار شراب سابقہ از اشربہ لاحقہ آنچہ بقصد لہو خورد حرام ست و اگر بقصد قوت خورد جائز باشد" (مالابد)

اسکی دوسری مثال یہ ہے جو فقہ کی مشہور اور مستند کتاب رد المحتار میں درج ہے:-

اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس فقال لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبھتہ و انفہ جاز للاستشفاء و بالبول ایضاً ان علم فیہ شفاء لا باس بہ لیکن لم ینقل۔ (رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)	صاحب ہدایہ نے کہا ہے اگر کسی کو نکسیر پھوٹے اور وہ خون یا پیشاب کے ساتھ ماتھے اور ناک پر سورہ فاتحہ لکھے تو شفا حاصل کرنے کی نیت سے جائز ہے اگر اسمیں شفا جانے تو کوئی حرج نہیں مگر یہ طریق پہلے لوگوں سے منقول نہیں ہوا

نتیجہ۔ کتب فقہ میں یہ تینوں اقسام مذکور ہیں۔ جن میں سے دراصل اول قسم فقہ ہے۔ دوسری اور تیسری قسم حقیقتہً فقہ نہیں۔ کیونکہ ان پر علم الفقہ کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ فقہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ مسائل دلائل شرعیہ سے حاصل ہوں۔ اور دلائل شرعیہ قرآن و حدیث اجماع اور قیاس مجتہد ہیں۔ چنانچہ کتب اصول میں بتصریح مذکور ہیں:-

الادلۃ الشرعیۃ علی اربعۃ ارکان الکتاب ثم السنۃ ثم الاجماع ثم القیاس (توضیح۔ تلویح)	"شرعی ادلہ چار قسم ہیں۔ قرآن حدیث۔ اجماع۔ اور قیاس" (توضیح تلویح)

پس جس مسئلہ کی بنیاد ان چہار میں سے کسی ایک پر نہ ہو وہ مسئلہ علم الفقہ کا نہیں۔ چاہے کتب فقہ میں درج ہو۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے:-

شعر

علم دیں فقہ ست و تفسیر و حدیث
ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

پس کتب فقہ میں کسی مسئلہ کا درج ہونا اس امر کی دلیل یا علامت نہیں۔ کہ وہ

مسئلہ علم فقہ کا ہے۔ اس لئے کہ علم فقہ کا مسئلہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اماماربعہ شرعیہ سے ماخوذ ہو پس جو لوگ علم فقہ کی کتب متداولہ کے ہر ایک مسئلہ پر فتویٰ دیدیتے ہیں۔ وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کو اسکی تمیز نہیں۔ کہ علم فقہ کیا ہے یا وہ مخلوق کے رعب سے دبتے ہیں۔ دونوں شقین اہل علم کیلئے ایک قسم کا داغ ہیں۔ سچ ہے ؎ ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست ؛ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔

فصل سوم (۳)

طبقات علماء اور انکے فرائض

علماء فقہ نے بتصریح لکھا ہے کہ علماء کے طبقات سات ہیں بعض ان میں مجتہد ہیں۔ بعض مقلد مجتہدین دو قسم پر ہیں۔ مستقل اور غیر مستقل۔ چنانچہ صاحب درمختار اور ردالمحتار کی شہادت درج ذیل ہے۔

الاولیٰ طبقۃ المجتہدین فی الشرع کالائمۃ الاربعۃ رضی اللّٰہ عنہم ومن سلک مسلکہم فی تاسیس قواعد الاصول وبہ یمتازون عن غیرہم۔ الثانیۃ طبقۃ المجتہدین فی المذہب کابی یوسف ومحمد وسائر اصحاب ابی حنیفۃ القادرین علی استخراج الاحکام من الادلۃ علی	پہلا طبقہ مجتہدین کا ہے۔ جیسے ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ۔ مالک۔ احمد۔ شافعی رضی اللہ عنہم) ان کے سوا اور جنہوں نے اصول مقرر کئے۔ اسی سے وہ ممتاز ہوتے ہیں غیروں سے۔ دوسرا طبقہ اون مجتہدین کا ہے جو مجتہد فی المذہب ہیں جیسے ابو یوسف محمد۔ اور امام ابو حنیفہ کے باقی سب اصحاب جو حسب مقتضاء ان قواعد کے جو اونکے

مقتضى القواعد التى قررها استاذهم
ابو حنيفة فى الاحكام وان خالفوه فى
بعض احكام الفروع لكنهم يقلدونه
فى قواعد الاصول وبه يمتازون عن
المعارضين فى المذهب كالشافعى و
غيره المخالفين له فى الاحكام غير مقلدين
له فى الاصول. الثالثة طبقة المجتهدين
فى المسائل التى لا نص فيها عن صاحب
المذهب كالخصاف وابى جعفر الطحاوى
وابى الحسن الكرخى وشمس الائمة الحلوانى
وشمس الائمة السرخسى وفخر الاسلام
البزدوى وفخر الدين قاضيخان وامثالهم
فانهم لا يقدرون على شئ من المخالفة
لا فى الاصول ولا فى الفروع لكنهم
يستنبطون الاحكام فى المسائل التى
لا نص فيها على حسب الاصول والقواعد
الرابعة طبقة اصحاب التخريج من
المقلدين كالرازى واضرابه فانهم لا
يقدرون على الاجتهاد اصلا لكنهم
لاحاطتهم بالاصول وضبطهم للمآخذ
يقدرون على تفصيل قول مجمل ذى
وجهين وحكم مبهم محتمل لامرين منقول
عن صاحب المذهب او احد من

استاد ابوحنیفہ نے مقرر کئے ہیں مسائل
شرعیہ استنباط کرنے پر قادر ہیں۔ اگرچہ
بعض فروع میں استاد کے مخالف
ہوں۔ مگر قواعد کلیہ میں وہ استاد کے مقلد
ہیں۔ اسی اصولی تقلید کی وجہ سے وہ
دیگر مقابلین اماموں (مثل شافعی وغیرہ
سے ممتاز ہیں۔ کیونکہ دوسرے امام مقلد
نہ تھے نہ اصول میں نہ فروع میں۔ تیسرا طبقہ
اون علماء کا ہے جو ایسے مسائل میں اجتہاد
کرتے تھے جنمیں صاحب المذہب امام
ابوحنیفہ سے کوئی روائت نہ ہوتی تھی جیسے
خصاف. طحاوی. کرخی. حلوانی. سرخسی.
بزدوی اور قاضیخان وغیرہ یہ لوگ امام
کی مخالفت کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے
نہ اصول میں نہ فروع میں. لیکن ایسے
واقعات کے متعلق احکام مستنبط کیا
کرتے تھے. جن میں امام صاحب سے کوئی
روائت نہ آئی ہو. لیکن اون قواعد اور
اصول کی پابندی سے استنباط کرتے تھے جو امام
صاحب المذہب نے مقرر کئے تھے چوتھا
طبقہ مقلدین اصحاب التخریج کا ہے۔ یہ
لوگ اجتہاد پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ نہ
اصول میں نہ فروع میں لیکن بوجہ احاطہ اصول

اصحابه براهينهم ونظرهم في الاصول و
المقايسة على امثاله ونظائره من
الفروع - الخامسة طبقة اصحاب
الترجيح من المقلدين كابي الحسن القدوري
وصاحب الهداية وامثالهما وشانهم
تفضيل بعض الروايات على بعض كقولهم
هذا اولى وهذا اصح رواية وهذا
ارفق للناس والسادسة طبقة
المقلدين القادرين على التمييز بين الاقوى
والقوى والضعيف وظاهر المذهب
والرواية النادرة كاصحاب المتون
المعتبرة من المتاخرين مثل صاحب
الكنز وصاحب المختار وصاحب
الوقاية وصاحب المجمع وشانهم لا
ينقلوا الاقوال المردودة والروايات
الضعيفة والسابعة طبقة المقلدين
الذين لا يقدرون على ما ذكروا لا يفرقون
بين الغث والثمين

(رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۴/۵۵)

اور ناقلہ کے اتنی قدرت رکھتے تھے کہ کسی
مجمل و مبہم روائت کی تفصیل اور تشریح
کر دیں مگر اوسی قول کی جو امام یا اون کے
شاگردوں سے منقول ہوا ہو۔ پانچواں
طبقہ اصحاب ترجیح کا ہے یہ لوگ بھی مقلد
ہیں جیسے کدوری۔ صاحب الہدایہ اور
ان جیسے اور علماء انکا کام یہی تھا کہ بعض
روایات کی تفصیل کر کے بعض کو ترجیح
دیں۔ جیسے وہ اپنی تصنیفات میں کہا
کرتے ہیں کہ یہ اولی ہے یہ بہت صحیح ہے یہ
لوگوں کے حال سے زیادہ موافق ہے۔ چھٹا
طبقہ اون مقلد علماء کا ہے جو قوی اور قوی تر
ہیں اور ظاہر المذہب اور روائت نادرہ
میں تمیز کر سکتے ہیں جیسے عام متون کی کتابوں
کے مصنف مثل صاحب کنز اور صاحب
در مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ انکا کام یہ ہے
کہ مردود اور ضعیف روایات نقل نہ کریں۔
ساتواں طبقہ اون مقلدین کا ہے جو کسی قسم کی
تمیز نہیں کر سکتے نہ ماخوذ کرہ افعال پر قدرت
ہے نہ کھرے کھوٹے کو پہچان سکتے ہیں۔

اس تقسیم پر بعض اکابر (مثل مولینا عبدالحی مرحوم) نے اعتراضات کئے ہیں۔
لیکن ہمیں اون اعتراضات سے مطلب نہیں بلکہ ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ
فقہاء نے علماء کی تقسیم مع اون کے فرائض کے واضح لفظوں میں کی ہے۔ اب

ہمیں دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل بھی ہے جبکہ اس امر کا اظہار ہم ایک مستقل فصل میں کرتے ہیں۔

فصل چہارم

اس بیان میں کہ متاخرین فقہاء نے متقدمین مجتہدین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟

ناظرین! گذشتہ فصل میں طبقات علماء پر ایک نظر پھر ڈالی جائے، تاکہ آپ لوگوں کو مستحضر ہو جائے کہ ان طبقات میں متاخرین کو متقدمین کی مخالفت کرنے کا حق مطلق حاصل نہیں۔ بیشک یہ ہے کہ متاخرین مرجحین جبتک کسی مسئلہ کو ترجیح نہ دیں۔ عوام کو اوس مسئلہ کی پیروی نہ کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ کسی مجتہد اعظم سے بھی منقول ہو۔ چنانچہ صاحب "درمختار" فرماتے ہیں:۔

اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ۔ (مصری جلد ۱ صفحہ ۵۵)	ہم (مصنف درمختار جیسوں) پر اوس مسئلہ کی پیروی واجب ہے جس کو مرجحین ترجیح دیں اور تصحیح کریں۔"

لیکن ہم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ صاحب المذہب مجتہد کا خلاف کریں۔ مگر واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایسا وقوع میں آیا ہے۔ ہم اس دعوے کو مثالوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں بس ناظرین غور سے سنیں:۔

اس فصل میں ہم وہ مسائل بیان کرینگے جو امام ابو حنیفہ صاحب اور اُن کے

شاگرد ان ابویوسف۔ محمد۔ اور زفر (رحمہم اللہ) کے درمیان اختلافی ہیں۔ جو کتب فقہ میں بکثرت ملتے ہیں۔ اس لئے کہ حسب تصریح علماء اصول یہ حضرات ثلاثہ گو مجتہد مستقل نہیں۔ لیکن مجتہد فی المذہب ہونے کا عذر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہم ان مسائل کو چھوڑ کر ایسے مسائل پیش کرتے ہیں۔ جن میں متاخرین فقہاء نے متقدمین کی تصریحات کا کھلے لفظوں میں خلاف کیا۔

(۱) اس مسئلہ میں فقہاء کا بہت اختلاف ہے۔ کہ پانی کی کتنی مقدار کو پاک کہہ سکتے ہیں جس کی نسبت یہ حکم لگانا صحیح ہو کہ جبتک اوس کا مزہ یا رنگت یا بو نہ بگڑے وہ پاک ہے اسکی نسبت مختلف اقوال ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ دیکھنے والے کے گمان کا اعتبار ہے اگر وہ اس پانی کو ایسا سمجھتا ہے کہ نجاست تمام طرف پہونچگئی ہو تو وضو نہ کرے۔ اوس کے خیال میں نہیں پہونچی تو وضو کرلے۔ غرض ایسے پانی کی کوئی حد معین نہیں؛

> قال ابن الھمام فی فتح القدیر قال ابوحنیفۃ فی ظاہر الروایۃ یعتبر فیہ اکبر رأی المبتلی۔
>
> (عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ص)

باوجود ایں تصریح صاحب مذہب کے متاخرین نے ایسے پانی کے لئے حدبندی کا فتوے دیاہے۔ لطف یہ کہ اس حدبندی میں خود بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحی مرحوم لکھتے ہیں:-

بعض علماء نے آب کثیر اوس قدر کو کہا ہے جو ہشت در ہشت ہو۔ یعنی آٹھ ہاتھ لمبا۔ آٹھ چوڑا۔ اس سے کم قلیل ہے بعض نے پندرہ کو۔ ایک جماعت نے دَہ در دَہ کو لیاہے اور اسی پر فتوے دیاہے۔

> منہم من جعل الکثیر ما کان بقدر ثمان فی ثمان وما عداہ قلیلا۔ ومنہم من اختار خمسۃ عشر و اختار جمع من اصحابنا التقدیر بعشر فی عشر۔ وافتوا بہ۔
>
> (عمدۃ الرعایۃ جلد اول ص۸۶)

(آجکل عام فتوے اسی پر ہے)

یہ عبارت باآواز بلند بتارہی ہے کہ متاخرین نے صاحب المذہب امام ابوحنیفہ رح کے مذہب کی پابندی نہیں کی۔ ورنہ اس جدت کی حاجت نہ تھی جو بلحاظ مراتب وطبقات علماء ان کا حق بھی نہ تھا۔

متقدمین فقہاء حنفیہ کا اس امر میں اتفاق ہے۔

لا تصح الاجارۃ للاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ۔ ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان۔

(در مختار مصری جلد اول صـ۲۔ العنایہ اصطفائی ربع ثالث صـ۲)

(ائمہ کے مذہب میں) اذان۔ حج۔ امامت تعلیم القرآن۔ اور تعلیم علم فقہ کے لئے اجرت مقرر کرنا اور لینا جائز نہیں۔ مگر آجکل کے زمانہ میں اس پر فتویٰ ہے۔ کہ تعلیم القرآن تعلیم الفقہ۔ امامت۔ اور اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔ (ہدایہ)

(۲) جس عورت کا خاوند نادار ہو۔ نفقہ ادا نہ کرسکے۔ امام شافعی کا مذہب ہے عورت کی درخواست پر اوس مرد سے اوس کی جدائی کرادیجائے۔ متقدمین حنفیہ نزدیک صورت مرقومہ میں فسخ نکاح جائز نہیں۔ چنانچہ "شرح وقایہ" میں۔

ولا یفرق بینهما لعجزہ عنها وتؤمر بالاستدانۃ علیہ۔ واصحابنا لما شاهدوا الضرورۃ فی التفریق استحسنوا ان ینصب القاضی نائبا شافعی المذهب یفرق بینهما۔

(شرح وقایہ علوی ربع ثانی صـ۱)

مرد کے نان ونفقہ نہ دے سکنے کی وجہ سے ان دونوں میں تفریق نہ کی جائے بلکہ عورت کو حکم دیا جائے کہ اس کے نام پر بازار کے دکانداروں سے قرض لے کر گزارا کرے مگر ہمارے متاخرین نے صورت مذکورہ میں تفریق کی ضرورت محسوس کی تو انہوں نے یہ جائز سمجھا کہ قاضی کسی شافعی المذہب کو نائب کرکے تفریق کرادے۔ (کیا معقول وہ اصول چھوٹ گیا کہ وکیل کے تصرفات موکل کے ہوتے ہیں)

(۳) امام ابوحنیفہ صاحب کا مذہب ہے کہ گھوڑوں میں بھی

امام طحاوی وجوب زکوٰۃ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ فمن ذھب الی ھذا القول ایضاً ابو حنیفۃ وزفر۔ مگر امام طحاوی اس کے برخلاف ہیں۔ چنانچہ بعد نقل روایات بطور نتیجہ لکھتے ہیں۔

فثبت بذالک ان لا زکوٰۃ فی الخیل کما لا زکوٰۃ فی الحمیر والبغال ھذا قول ابی یوسف ومحمد وھو احب
جس لین الینا۔ (طحاوی مطبوعہ مصطفائی جلد ۱ صفحہ ۳۲۳)

اس بحث سے ثابت ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں جیسی کہ گدھوں اور خچروں میں نہیں۔ اور یہی قول ہے ابو یوسف اور محمد کا اور یہی ہمیں زیادہ تر پسند ہے"۔

اسکی م) امام ابو حنیفہ صاحب کا مذہب ہے کہ ضب (گوہ) حلال نہیں۔ چنانچہ علامہ قال ای لکھتے ہیں:۔

ابو حنیفہ کرہ قوم اکل الضب منہم فیہ اکیفۃ وابو یوسف ومحمد (عمدۃ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
حد معین جلد دوم صفحہ ۳۱۶)

ایک قوم نے ضب کا کھانا مکروہ سمجھا ہے اونہی میں امام ابو حنیفہ۔ ابو یوسف اور محمد ہیں"۔
بعد اس کے علامہ طحاوی باوجود حنفی
باوجود اپنا فیصلہ یہ دیتے ہیں:۔

فتوے دیا بتصحیح ھذہ الآثار انہ مرحوم لکھتے کل الضب وھو القول
منہم من ۔ (۳۱۷)

ان آثار اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ ضب حلال ہے اور ہمارا بھی یہی قول ہے"۔

ثمان فی ثمان ت فقہاء میں ان متاخرین کو صاحب المذہب کے خلاف کہنے
ومنہم من اخ حاصل نہیں۔ چنانچہ انہی امام طحاوی کی بابت طبقات میں لکھا
اختار جمع من ا سرے طبقے کے مجتہدین میں سے ہیں۔ جو امام صاحب المذہب
فی عشر۔ وافتوا بہ نہ اصول میں نہ فروع میں۔ ملاحظہ ہو اصل عبارت برصفحہ ۱۱
(عمدۃ الرعایۃ جلد ن کے طحاوی کھلے لفظوں میں امام ابو حنیفہ کی مخالفت
وآجکل عام فتوے ا

نتیجہ طبقات فقہاء کو دیکھیں اور ایک طرف ان اور ان جیسے کئی ایک اور مسائل خلافیہ پر غور کریں تو طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ متاخرین کا برتاؤ متقدمین کے ساتھ ایسا کیوں رہا۔ جو حسب تصریح طبقات کے ان کا حق نہ تھا۔ اور در صورت ایسے اختلافات کے فقہاء متاخرین امام کے مقلد تھے یا کیا؟ اور یہ کہ متاخرین نے متقدمین خصوصاً صاحب المذہب امام کی مخالفت کیوں کی۔ اور معتبر مصنفین نے ان متاخرین کے اقوال پر بجالیکہ وہ صاحب المذہب کی تصریح کے مخالف ہیں کیوں فتوےٰ دیا۔

میرے ناقص خیال میں ان سب سوالات کا جواب ایک ہی ہے کہ یہ لوگ سلف سے خلف تک اعتقاداً اس اصول کے پابند تھے۔ کہ دین حقیقت میں خدا کا ہے اور اس کا بتانے والا اس کا رسول ہے علماء مجتہدین سب کے سب دراصل مبلغ احکام تھے موجد حکم نہ تھے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجاں مسلّم داشتن

گمان غالب ہے کہ میرے ان پریشان اوراق کا جواب دیا جائیگا۔ مگر صحیح جواب وہ ہوگا۔ جو صحیح واقعات پر مبنی ہو بغیر اس کے نہیں۔ غیر صحیح جواب کو میں اس شعر کا مصداق جانونگا۔

مدعی چوں رگ گردن بفراز د بجدل
نیم تصدیق بیانش نہ و تحسینش کن۔

فصل پنجم (۵)

تقلید کے بیان میں

تقلید کی تعریف ہے اخذ قول الغیر من غیر معرفۃ دلیلہ غیر نبی کا قول قبول کرنا اوسکی دلیل پہچاننے کے بغیر "خدا اور رسول کی بات کو ماننا چونکہ کسی دلیل کا محتاج نہیں اس لئے کہ وہ منتہاء ہیں سب مباحث اور دلائل کے۔ لہذا تقلید نہیں

تقلید کی تعریف اتنی مشکل نہیں جتنی اس امر کی تنقیح مشکل ہے کہ تقلید کا محل کون لوگ ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ افراد امت تین قسم پر ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اپنی عمر کا کچھ حصہ تحصیل علوم میں لگاتے ہیں۔ باقاعدہ تحصیل فارغ التحصیل ہوتے بلکہ دستار فضیلت زیب سر کرتے ہیں۔ اور بطور فخر یا بہ نیت اظہار نعمت کہا کرتے ہیں کہ ہم فلاں مدرسہ کے سند یافتہ ہیں وغیرہ۔ ایک قسم وہ لوگ ہیں۔ جو علوم شرعیہ سے مطلق واقف نہیں۔ نہ قرآن جانتے ہیں نہ حدیث۔ نہ اصول نہ فروع۔ کون نہیں جانتا کہ ان دونوں کا طرز عمل اور حکم ایک نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (علم دار اور بے علم برابر نہیں)، پچھلی قسم کے لوگ شرعی مسئلہ کی دلیل نہ سمجھیں تو معذور ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اون کا منصب ہی یہ نہیں۔ قسم اول کے لوگ سالہا سال کی محنت اور تحصیل علوم کے بعد بھی اگر اسی منصب پر رہیں۔ تو کون نہیں جانتا کہ اونکی عمر کا وہ حصہ جسکی تحصیل علم میں لگانے کے مدعی ہیں۔ دراصل تحصیل جہل میں خرچ ہوا ہو گا علم میں نہیں یہ لفظ جسقدر تلخ اور کڑوا ہے اوسی قدر واقع میں سچا بھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا میں اگر کوئی امر بدیہی ہے تو یہ بدیہی تر ہے کہ عالم اور بے علم برابر نہیں اب سوال صاف ہے

کہ ان دو میں سے کون ہے جو تقلید کی تعریف میں داخل ہو سکے۔ جواب یہ ہے کہ وہی جسکو دلیل کی معرفت نہ ہو لیکن جو لوگ مجتہد کی دلیل پہچان سکتے ہیں یا کتب فقہ میں دیکھکر معرفت ہو سکتی ہے۔ وہ تقلید کی تعریف میں کسی طرح نہیں آئینگے۔

ایک واضح مثال

مدارس عربیہ میں ایک طرف طلباء بیٹھے ہیں۔ سامنے کی جانب مدرس صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ ہدایہ یا بخاری کا درس ہو رہا ہے۔ اثناء سبق میں ہر مسئلہ پر حنفی مذہب کے دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ اور خوب دل کھولکر حنفی مذہب کو دوسرے مذاہب پر ترجیح اور غلبہ دیا جاتا ہے۔ نعوذ ہم اس طریقہ تعلیم پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ استاد و شاگرد معلم یا متعلم برابر نہیں۔ معلم علی البصیرت ہے۔ متعلم بے خبر ہیں اس لئے وہ مستفید ہیں۔ نتیجہ صاف ہے لَا یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اسی علم کا نتیجہ ہے کہ متاخرین نے باوجودیکہ لوگ آجتک انکو مقلد لکھ رہے ہیں مگر انکا برتاؤ ہمیشہ علم کی شان سے رہا جس کا ثبوت پچھلی فصل میں ہم دے آئے ہیں۔ حالانکہ مقلد کی شان یہ ہے۔ کہ کسی مسئلہ میں اپنی راء کو پیش نہ کرے بلکہ صرف یہ کہے کہ یہ حکم میرے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ میرے امام ابو حنیفہ رح کی یہی راء ہے (توضیح صـ۲۲) مگر متاخرین نے اس اصول کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے اپنی بصیرت سے کام لیا۔ اس لئے امام کی مخالفت سے بھی وہ نہیں ڈرے اور نہ رُکے۔

اب رہے تیسری قسم کے لوگ جو بین بین ہیں۔ یعنی جنکو قرآن وحدیث کی کچھ کچھ واقفی ہے لیکن پوری نہیں۔ نہ وہ پکے عالم نہ پورے جاہل۔ سو ان کی بابت بھی مطلع صاف ہے۔ علم کی حیثیت سے وہ اہل علم کے منصب میں ہونگے۔ بے علمی کی حیثیت سے بے علموں میں جتنا جانتے ہیں اوس میں اپنے علم سے کام لیں جو نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں۔ اوسمیں اپنے زمانہ کے کسی عالم سے دریافت کرلیں۔

اب ہم ایک اور آسان طریقہ سے اس مشکل مرحلہ کو طے کرتے ہیں۔ ہمارے دوست

تقلید کے ثبوت میں آیت قرآنی فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] پڑھا کرتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت کیا ہوا؟ یہی کہ بے علم اہل علم سے پوچھا کریں۔ امنا وصدقنا فاکتبنا مع الشاہدین۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج ایک بے علم (زید) ہے اسکو ایک مسئلہ کی ضرورت ہوئی وہ کس سے پوچھے۔ بارہ سو سال پہلے گذرے ہوئے مجتہدین سے یا اپنے زمانہ کے اہل علم سے کچھ شک نہیں کہ ہر ایک دانا یہی کہیگا کہ اپنے زمانہ کے علما سے پوچھے کیونکہ فَاسْئَلُوْا کے مفعول بہ سے پوچھنا ہے اور مفعول بہ سوال کا وہی ہوسکتا ہے جس سے سوال ہوسکے نہ کہ غائب جب اپنے زمانہ کے علماء سے پوچھا تو مقلد کس کے ہوئے؟ اپنے زمانہ کے علماء اور مفتی کے یا زمانہ سابق کے مجتہدین کے اسکا جواب علامہ شامی نے بہت معقول دیا کہ:

العامی لا مذہب لہ بل مذہبہ مذہب مفتیہ ان المذہب انما یکون لمن لہ نوع نظر واستدلال وبصر بالمذہب علی حسبہ او لمن قرء کتابا فی فروع ذالک المذہب وعرف فتاوی امامہ واقوالہ واما غیرہ ممن قال انا حنفی او شافعی لم یصر کذالک بمجرد القول کقولہ انا فقیہ او نحوی (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۶)

فرماتے ہیں:۔ عامی (بے علم) کا کوئی مذہب نہیں اسکا مذہب وہی ہے جو اوس کے مفتی کا کیونکہ مذہب تو اسکا ہوتا ہے جسکو کسی قسم کی نظر استدلال اور مذاہب کی پوری واقفی ہو یا اُس نے اس مذہب کے فروع میں کوئی کتاب پڑھی ہو اور اپنے امام کے فتوے اور اقوال پہچانے ہوں لیکن اسکے سوا اور لوگ جو حنفی شافعی کہلاتے ہیں وہ صرف کہنے سے حنفی شافعی نہیں ہوسکتے انکا یہ دعوی یعنی ایسا ہی جیسے وہ اپنے تئیں فقیہ یا نحوی کہلائیں۔"

علامہ موصوف کی اس تصریح سے بصراحت ثابت ہوا۔ کہ عوام سابقہ مجتہدین کے مقلد نہیں بلکہ اگر وہ ہیں تو اپنے زمانہ کے علما کے ہیں۔ یہ اصطلاح اگر فریقین میں مسلّم ہوجائے تو ہمیں بھی ان لوگوں کا مقلد کہنے میں اختلاف نہوگا گو تقلید شخصی کا مسئلہ جہنوز زیر بحث رہیگا۔

اب ہم ذرہ اصولی طریق سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

---

[1] تم اگر نہیں جانتے تو جاننے والوں کو پوچھا کرو منہ

مسئلہ تقلید صحابی میں علماء اصول کا اختلاف ہے امام شافعی اور جو انکے موافق ہیں سب متفق ہے کہ تقلید صحابی واجب نہیں۔ حنفیہ میں بھی اختلاف ہے چنانچہ نور الانوار کے الفاظ یہ ہیں:-

تقليد الصحابي واجب يترك به القياس وقال الكرخي لا يجب تقليده الا فيما لا يدرك بالقياس وقال الشافعي لا يقلد احد منهم سواء كان مما يدرك بالقياس او لا لان الصحابة كان يخالف بعضهم بعضا وليس احد هم اولى من الآخر فتعين البطلان (نور الانوار صفحہ ۲۱۷)

صحابی کی تقلید واجب ہے اسکے ساتھ قیاس کو چھوڑ دیا جائے۔ امام کرخی نے کہا ہے صحابی کی کی تقلید واجب نہیں سوا اُن مسائل کے جو قیاس کیساتھ معلوم نہیں ہوسکتے۔ امام شافعی کہتے ہیں صحابہ میں سے کسی کی تقلید نہ کیجائے چاہے وہ قول صحابی کا قیاس سے معلوم ہو سکے یا نہ کیونکہ صحابہ مسائل مین باہم خود مختلف تھے اور اس بارہ میں اون سے کوئی افضل نہیں اسلئے اونکے اقوال حجیت کے درجے سے باطل یعنے ساقط رہینگے "

اب غور طلب بات یہ ہے کہ علماء اصول نے ادلہ شرعیہ چار لکھی ہیں قرآن۔ حدیث اجماع اور قیاس۔ صحابی کی تقلید میں جو اختلاف ہے تو ان چاروں میں سے کس میں ہے کیا صحابی کے قرآن سنانے میں؟ حاشا وکلا۔ کیا حدیث بتلانے میں؟ ہرگز نہیں۔ اگر انہیں ہوتا تو قرآن وحدیث کہاں سے حاصل ہوتے؟ کیا اجماع کے بیان میں؟ اسمیں بھی نہیں۔ چوتھی قسم صحابی اپنے زمانہ کے اجماع کی حکایت کرے تو حکایت معتبر اور صحیح مانی جائیگی جیسی کہ صحابی کی بیان کی ہوئی۔ حدیث مرفوع بحیثیت روایت معتبر ہوگی اسلئے ان تینوں قسموں میں کسی امام کا اختلاف نہیں پھر کس میں ہے؟ صرف چوتھی قسم میں جس کا نام قیاس ہے اسکے سوا اور کوئی قسم نہیں۔ نتیجہ صاف ہے کہ صحابی کوئی ایسی بات کہے جس کے متعلق وہ ادلہ ثلاثہ قرآن وحدیث اور اجماع میں سے کسی کا ذکر نہ کرے تو یہ انکا اپنا قول ہوگا۔ امام شافعی اور دیگر اکابر کا مذہب ہے کہ وہ حجت شرعی نہیں۔

بعض لوگوں نے میرے سامنے کہا کہ امام شافعی کے مذہب کو شافعیہ زیادہ جانتے ہیں

اسلئے کسی شافعی مذہب کے مصنف کی نقل سے ثابت ہونا چاہیئے۔ مطلب اوس کا یہ تھا کہ امام شافعی کی نسبت یہ کہنا کہ قول صحابی کی حجیت سے منکر تھے ثابت نہیں سو ایسے احباب کو امام نووی کی شرح مسلم کا مقدمہ دیکھنا چاہیئے کہ امام شافعی کا آخری مذہب یہی ہے کہ قول صحابی حجت نہیں۔

محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں قول صحابی کو **موقوف** کہتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا **مرفوع** نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ مقدمہ ترمذی میں ہے:۔

الموقوف هو مطلقاً ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلاً کان او منقطعاً وهو لیس بحجة علی الاصح (مقدمہ ترمذی صـ۳)

موقوف صحابی کا قول یا فعل ہے اور صحیح تر مذہب میں وہ حجت شرعی نہیں ہے۔

صحابی کا قول حجت ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ مثل مرفوع حدیث (کلام نبی) کے واجب العمل ہو حالانکہ علماء اصول جہاں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ کونسی موقوف روائت مرفوع کے حکم میں ہوسکتی ہے وہاں وہ بہت سی قیود لگاتے ہیں۔ چنانچہ **شرح نخبہ** میں ہے:۔

مثال المرفوع من القول حکماً لا تصریحاً ما یقول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغة او شرح غریب کالاخبار عن الامور الماضیة من بدء الخلق واخبار الانبیاء علیهم السلام او الآتیة کالملاحم والفتن واحوال یوم القیمة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله ثواب مخصوص او عقاب مخصوص وانما کان له حکم المرفوع لان اخباره بذلك یقتضی مخبراً له وما

قولی روائت موقوفہ جو مرفوع کے حکم میں ہو وہ ہوتی ہے۔ کہ کوئی ایسا صحابی جس نے اسرائیلی کتابوں سے نہ لیا ہو ایسی بات کہے جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو نہ لغت اور شرح الفاظ غریبہ سے اسکا تعلق ہو جیسے گذشتہ زمانے کے اور انبیاء کے واقعات یا آئندہ کے فتنے مفاسد اور قیامت کے حالات اسیطرح ایسے امور جن پر ثواب یا عذاب حاصل ہوتا ہو ایسی روایات مرفوع کے حکم میں ہونگی کیونکہ ایسے امور کی خبر دینا چاہتا ہے کہ کسی مخبر نے بتلائی ہوں اور جس میں مجتہد کے اجتہاد کو دخل نہو

لامجال للاجتهاد فيه يقتضي موقفا للقائل ولا موقف للصحابة الا النبي صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم او بعض من يخبر عن الكتب القديمة فلهذا وقع الاحتراز عن القسم الثاني (شرح نخبہ صد ۹۳)	اسمیں قائل کے لئے کسی بتلانیوالے کی حاجت ہے۔ اور صحابہ کرام کو بتلانے والے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا کوئی ایسا شخص جو کتب سابقہ سے واقف ہو اسی لئے کہا گیا کہ جو صحابی اسرائیلی روایات روائت نہ کرتا ہو یعنی دوسری قسم کا نہ ہو اسکی روائت مرفوع کے حکم میں ہوگی"

مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ صحابی کا وہ قول مرفوع یعنی حجت ہوگا جسمیں یہ یہ اوصاف پائے جاویں (الف) وہ صحابی ایسا ہو کہ کتب سابقہ سے اسرائیلی روایات لیکر بیان نہ کرتا ہو (ب) دوم یہ کہ وہ قول ایسے مسئلہ کے متعلق ہو جو اجتہاد سے معلوم نہو سکتا ہو جیسے گذشتہ یا آئندہ زمانہ کے واقعات یا قیامت کے حالات یا دنیاوی تغیرات کا بیان کہ دجال آئیگا یا امام مہدی یا حضرت مسیح آوینگے وغیرہ ایسے اقوال ایسے صحابہ سے جو کتب سابقہ سی اسرائیلی روایات نہ بیان کرتے ہوں۔ مرفوع حدیث کے حکم میں ہیں یعنی وہ حجت ہیں۔ یہ ہی محدثین کا اصول حدیث۔ جو اصول حدیث کی درسی کتاب "شرح نخبہ" وغیرہ سے نقل ہے۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ وہ اقوال صحابہ جنمیں یہ قیود نہ ہوں کسیطرح حجت نہیں ہو سکتی۔

لطیف بات

نبی کے سوا کسی دوسرے کا قول بھی حجت ہو تو پھر نبی اور غیر نبی میں کیا فرق رہیگا؟ اسی لئے علماء اصول نے بتصریح لکھا ہے جو اوپر کی منقولہ عبارت میں، ملتا ہے کہ صحابی موصوف کا قول مذکور اسلئے حجت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو بتلایا ہوگا۔ ورنہ جہاں یہ علم یا ظن نہ ہو بلکہ وہ قول ایسا ہو کہ دیگر مجتہدین اور مفسرین بھی کہہ سکتے ہیں تو ایسا قول حجت شرعی نہیں خواہ وہ مسائل شرعیہ کے متعلق ہو یا تفسیر القرآن کے متعلق۔ چنانچہ مقدمہ ترمذی میں ہے "تفسیر الصحابی موقوف" صحابی کی تفسیر موقوف ہے جسکی شرح میں مولانا عبدالحی مرحوم لکھنوی لکھتے ہیں:۔

ليس بمرفوع لا حقيقة ولا حكماً وذلك لان من التفسير ما ينشاء عن معرفة البلاغة واللغة ومنه ما يتعلق بحكم شرعي يكون مدخله للراء فلا يمكن ان يحكم على مثل هذا بالرفع (ظفر الامانی ص۱۸۵)

یعنی تفسیر صحابی مرفوع نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ حکماً کیونکہ بعض تفاسیر معرفت بلاغت اور معرفت لغت سے حاصل ہوتی ہیں بعض وہ ہیں جو کسی شرعی حکم سے تعلق رکھتی ہیں جو اجتہاد سے حاصل ہو سکتا ہے پس ایسی تفسیروں پر مرفوع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

یہ بیان صاف دلالت کرتا ہے کہ صحابی کا قول جب مسائل شرعیہ میں حجت نہیں تفسیر میں بھی نہیں۔

نتیجہ ساری مرقومہ بالا تقریر کا یہ ہے کہ جس حال میں صحابی کے قول کی تقلید واجب نہیں جو لوگ وجوب کے قائل ہیں انکے پاس دلیل نہیں تو دیگر ائمہ مجتہدین کی تقلید کیونکر واجب ہوگی۔

ہاں ایک سوال باقی رہتا ہے کہ عوام کو تقلید سے چارہ نہیں نہ انکو دلیل کی معرفت ہے نہ ہو سکتی ہے انکی شان تو صرف یہ ہے کہ وہ علماء سے پوچھکر عمل کریں وہ تو کسی صورت میں بھی تقلید سے خارج نہ ہوئے اسکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام ہر ایک شخص کے حسب حال ہوتے ہیں۔ اہل علم کو اپنے علم کے مطابق تحقیق کرنیکا حکم ہے تو جاہل کو اپنی حیثیت کے مطابق۔ اہل علم کا کام آیات احادیث کی تنقید ہے۔ جاہل کا کام اہل علم سے دریافت کرنا مگر یہ جانکر اور یہ کہکر کہ حضرت مولانا خدا اور رسول کا حکم اسمیں کیا ہے۔ کیونکہ بحکم روائت ردالمحتار مندرجہ صفحہ (۲۰) کتاب ہذا۔ سائل ہذا اپنے مفتی کے مذہب پر ہوگا۔ اس لئے پہلے مفتی صاحب کو تو تقلید سے الگ کردے۔ اب رہا مفتی صاحب کا علم و دیانت وہ جو چاہیں اور جسطرح چاہیں فتوے دیں اسکا ذمہ مفتی صاحب پر ہوگا۔ سائل پر نہیں انما مذہبہ مذہب مفتیہ۔ فللہ الحمد۔

تمت بالخیر

کتبخانہ ثنائی امرتسر کی مشہور و معروف و فروختنی کتب

اجتہاد و تقلید اس کتاب میں اجتہاد و تقلید پر عالمانہ بحث کیگئی ہے قابلدید رسالہ ہے قیمت ۸ر

القرآن العظیم قرآن مجید کے الہامی ہونے کا ثبوت ۳ر

الہام الہام کی تشریح اور آریوں کا رد قابل دید ۳۰ر

دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن مولوی عبداللہ چکڑالوی اہلقرآن کے رسالہ متعلقہ نماز کا مفصل جواب ۴ر

فتوحات اہلحدیث چیفکورٹ پنجاب. ہائیکورٹ اودھ، بنگال اور انگلستان میں جو فیصلے اہلحدیث کی تائید میں ہوئے انکا مجموعہ. ۸ر

حق پرکاش ستیارتھ پرکاش متعلقہ اسلام کا مکمل جواب آریوں کی تردید قابل دید عہ ر

تبراسلام مہاشہ دہرمپال کے رسالہ نخل اسلام کا قابل دید جواب. ۸ر

جہاد وید وید اور دیگر آرین کتب سے جہاد کا ثبوت قیمت ۶ر

خصائل النبی شمائل ترمذی کا بامحاورہ اردو ترجمہ بچوں کے لئے مفید ہے ۲۰ر

ادب العرب صرف و نحو عربی کو ایسی آسان طرز سے لکھدیا ہے کہ اُردو خوان بلامدد استاد بھی مطلب سمجھ لے اور کامیاب ہوسکے نامی گرامی علمأ نے پسند فرمایا ہے ۱۲۰ر

توحید و تثلیث اور راہِ نجات اس رسالہ میں ان تینوں مضامین پر مفصل بحث کرکے نجات کا رستہ بتایا گیا ہے قیمت ۴ر

شریعت و طریقت ہر دو کا بیان قیمت ۲ر

کلمہ طیبہ کلمہ شریف لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تشریح صرف قرآن مجید سے ۳ر

اہلحدیث کا مذہب فرقہ اہلحدیث یعنی موحدین کے مسلمہ

مسائل کا بیان قیمت ۸ر

السلام علیکم — اسلامی مسائل کے احکام قیمت ۳ر

میل و ملاپ — اتفاق کا سبق دینے والا رسالہ ۵ر

اسلامی تاریخ — آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات مبارکہ۔ بچوں کے لئے مفید ۳ر

ہدایت الزوجین — نکاح و طلاق کے مسائل۔ بیوی خاوند کے حقوق کا بیان ۲۰ر

حدوث وید — قدامت وید کا ابطال وید سے قیمت ۲ر

الہامات مرزا — مرزا قادیانی کے الہامات کی تردید مفصل معہ جواب آئینہ حق نما۔ ۱۲ر

شاہ انگلستان اور مرزا قادیان — اس رسالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ جارج پنجم شاہ انگلستان کا دہلی دربار میں تشریف لانا خدائی حکمت میں مرزا قادیانی کی تکذیب کرنا تھا۔ قیمت ۲ر

فاتح قادیان — مرزا صاحب قادیانی کا فیصلہ

کن دعا بحق ابوالوفا پر لدھانوی مباحثہ جسمیں بفیصلہ ثالث تین سو روپیہ انعام اسلامی مناظر کو ملا قیمت ۶ر

نکاح مرزا — مرزا قادیانی کے الہامی نکاح والی پیشگوئی کی تردید ۳ر

تاریخ مرزا — مرزا قادیانی کی زندگی کے حالات از ابتداء تا انتہا۔ قابل دید ۳ر

مرقع قادیانی — مرزا قادیانی کے مختلف خیالات اور مقالات کا عجیب و غریب جواب ۶ر

تقلید شخصی اور سلفی — اس میں مسئلہ تقلید کی معقول اور منقول تا بدید تحقیق کیگئی ہے قیمت ۷ر

ترک اسلام — رسالہ ترک اسلام مصنفہ دہرمپال کا معقول و مفصل جواب۔ عہ ر

ثمرات تناسخ — تناسخ کے نتائج اور نقائص بحث ۶

الفوز العظیم — قرآن کریم کی قسموں کی حکمت قیمت ۴ر

عقائد مرزا — مرزا قادیانی کے عقائد کا بیان قیمت ۱ر

تمام کتابیں اس پتہ سے طلب فرمائیں۔ **منیجر دفتر اہل حدیث امرتسر**